OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AOIU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

تفسیری ادب کی روشنی میں یہود و نصاریٰ کے اختلافات: حقیقت و نوعیت

Essentiality and Nature of Discrepancy among Doctrinaire
(An Abstraction of Tafseeric Dissertation)

ڈاکٹر محمد سمیع اللہ
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف مینجمنٹ، لاہور
فائقہ عمران
ایم فل سکالر، شعبہ اسلامیات، یونیورسٹی آف مینجمنٹ، لاہور

Abstract
Christian and Jews are named as Doctrinaire by Holy Quran. Ostensibly they are Islam friendly adversaries but the facts are far yonder as they are the brinks that never get unite. They not only have dissensions in legal maxims but are also antagonistic in several other negotiations. Descriptive study method will be used to check an account for all the discords among apostles. The research study will end up highlighting the nature and essentiality of the cardinal discrepancies in the ablaze of various Tafseeric compositions.
Key words: Doctrinaire, Islam adversaries, legal dissensions, cardinal discrepancy

یہود و نصاریٰ کا تعارف

تفسیر ابن کثیر میں یہود کا تعارف ان الفاظ میں کیا ہے

لفظ یہود ہوداۃ سے ماخوذ ہے جس کے معنی مودۃ دوستی کے ہیں جیسے قرآن میں آیات ہیں (اناھدنا الیك) حضرت موسی علیہ السلام فرماتے ہیں ہم اے اللہ تیری طرف توبہ کرتے ہیں انہیں اس وجہ کی بنا پر ان کو یہود کہا گیا۔ یہودا حضرت یعقوب کے بڑے لڑکے کا نام تھا ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ تورات پڑھتے وقت ہلتے تھے۔ اس بنا پر انہیں یہود یعنی حرکت کرنے والا کہا گیا ہے۔[1]

اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا ہے کہ:

عام طور پر اس سے مراد حضرت موسی کی شریعت کو ماننے والے لوگ ہیں، مگر چونکہ یہودی مذہب کی تعلیمات فقط اولاد یعقوب تک محدود رہی ہیں، اس لئے یہ لفظ ایک نسلی گروہ کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔[2]

احمد دیدات اپنی کتاب یہودیت، عیسائیت اور اسلام کیں لکھتے ہیں:

"عہد نامہ عتیق کے مطابق حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے اسماعیل اور اسحاق۔ آگے اسحاق کے دو بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام عیسو اور دوسرے چھوٹے کا نام یعقوب تھا۔ حضرت یعقوب ہی کا دوسرا نام اسرائیل (اللہ کا بندہ) تھا۔

حضرت یعقوبؑ کی نسل ہی بنی اسرائیل کہلائی۔ حضرت یعقوب کے بارہ بیٹے تھے جن میں سب سے بڑے کا نام یہود تھا اور سب سے چھوٹے کا نام بنیامین تھا۔ ملک فلسطین کے ایک حصے کا نام یہود پر پڑ گیا۔ یہود کا خاندان خوب پھلا پھولا۔ لفظ یہود ا بنی اسرائیل ایک ہی نسل کے لئے استعمال ہونے لگے۔ بعد ازیں تمام اسرائیلی یہودی کہلانے لگے اور ان کا مذہب یہودیت مشہور ہو گیا۔"[3]

رابرٹ وین دی وئیر کے مطابق

"یہودی وہ ہوتا ہے جو یہودی ماں کے بطن سے پیدا ہوا ہو اور وہ یہودی عظیم عبرانی پیغمبر حضرات ابراھیمؑ حضرت اسحاقؑ، حضرت یعقوبؑ کی مذہبی وراثت کا دعویدار ہو سکتا ہے۔"[4]

احمد دیدات یہودیت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"یہودیت وہ مذہب ہے جس میں ایک خدا پر ایمان کے ساتھ ساتھ ایک نسل کی برتری و عظمت کا عقیدہ بھی داخل دین ہے۔"[5]

نجران کے عیسائی حضور ﷺ کے پاس اکٹھے ہو گئے اور پھر حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں جھگڑنے لگے۔ یہودیوں نے دعویٰ کیا کہ حضرت ابراہیم یہودی تھے اور عیسائیوں نے دعویٰ کیا کہ وہ عیسائی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے دعوے کو یہ فرما کر باطل کر دیا کہ (یا اہل الکتاب۔۔۔ افلا تعقلون) اے اہل کتاب تم ابراہیم کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل کا نزول ان کے بعد ہوا ہے کیا تمہیں اتنی بھی سمجھ نہیں ہے۔ جب یہودیت اور عیسائیت حضرت ابراہیم کے بعد کی پیداوار ہے تو پھر آپؑ یہودی یا عیسائی کیسے قرار دیے جا سکتے ہیں۔[6]

تفسیر تیسیر القرآن میں مزید آیا ہے:

یہود و نصاریٰ دونوں حضرت ابراہیم کو اپنا پیشوا تسلیم کرتے تھے۔ اس کے باوجود ان میں شدید قسم کے اختلاف تھے۔ مزید یہ کہ یہودیوں کا دعویٰ یہ تھا کہ حضرت ابراہیمؑ ہمارے مذہب پر تھے یعنی یہودی تھے اور نصاریٰ کا یہ دعویٰ تھا کہ ہمارے مذہب پر تھے یعنی نصاریٰ تھے۔[7]

- **یہود نصاریٰ کی احکام شرعیہ میں مخالفت**

حضرت عیسیٰ اللہ کے بھیجے ہوئے نبی تھے جو کہ انبیا کرامؑ کی ہی شریعت کو آگے بڑھانے کے لیے مبعوث ہوئے تھے اسی حقیقت کا اعتراف حضرت عیسیٰؑ نے خود کیا تھا۔

"حضرت مسیح نے فرمایا ہے کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں تاکہ توراۃ اور اپنے انبیاء کی وصیتوں پر عمل کروں، میں اس کو توڑنے نہیں آیا ہوں بلکہ اس کو پورا اور مکمل کرنے آیا ہوں۔ آسمان کا زمین پر گر جانا، اللہ کے نزدیک زیادہ آسان

ہے بنسبت اس کے کہ میں شریعت موسوی کا کوئی حصہ توڑدوں اور جس نے بھی اس کا کوئی حصہ توڑا وہ آسمان کے فرشتوں کے درمیان ناقص کہلائے گا۔"[8]

یہود و نصاریٰ کا احکام شرعیہ کے بارے میں آپس میں شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ان کے انہیں اختلافات کو ابن القیم اپنی کتاب میں یوں بیان کرتے ہیں:

اس کے بعد وہ دور آیا جب انہوں نے ان کے احکامات اپنی خواہشات کے مطابق تحریف و تبدیل کرنا شروع کر دیے،اس کی مخالفت کرنے لگے یہاں تک کہ دین مسیح سے بالکل نکل گئے۔

انھوں نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ کو جادو گر، مجنوں، بیوقوف، ولد الزنا کہتے ہیں چنانچہ وہ لوگ ان کی مخالفت کرتے ہوئے حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگے،اسی طرح انھوں نے دیکھا کہ یہود ختنہ کرتے ہیں تو انھوں نے ان کی مخالفت میں ختنہ کرنا چھوڑ دیا، انھوں نے دیکھا کہ وہ طہارت میں خوب مبالغہ کرتے ہیں تو انھوں نے یکسر طہارت حاصل کرنا چھوڑ دیا۔انھوں نے دیکھا وہ حئضہ عورتوں کے ساتھ کھنانے پینے اور ان سے ملنے جلنے سے اجتناب کرتے ہیں، تو انھوں نے اس کی مخالفت میں ان سے جماع کرنا شروع کر دیا، انھوں نے دیکھا کہ یہود سور کا گوشت حرام سمجھتے ہیں تو انھوں نے اس کو اپنے اوپر حلال کر لیا اور اس کا کھانا اپنے لئے ایک شرعی فعل قرار دیا، انھوں نے دیکھا کہ یہود بہت سے ذبیحہ اور حیوان کو حرام سمجھتے ہیں تو انھوں نے اس کی مخالفت میں ہاتھی سے لے کر مچھر تک تمام کو اپنے لئے حلال کر لیا، اور کہنے لگے جو چاہو کھاؤ اور جو چاہو چھوڑ دو کوئی حرج و پابندی نہیں۔انھوں نے دیکھا کہ یہود اللہ پر اپنی کسی شریعت کا منسوخ کرنا حرام سمجھتے ہیں تو انھوں نے اپنے اوپر پادریوں اور راہبوں کو پورا اختیار دے دیا کہ جو چاہو حرام کرو اور جو چاہو حلال کرو،اور جسے چاہو منسوخ کرو۔[9]

یہود و نصاریٰ کی اسی روش کو **جیر الڈاے-لاروئے اپنی کتاب آزاد خیالی کی عالمی روایت** میں ان الفاظ میں لکھتے ہیں کہ:

"جب عیسائی مبلغین رومی دنیا میں آئے تو انہیں یہودیوں اور غیر یہودیوں دونوں گروہوں میں (عیسائیت) اثر جلد قبول کرنے والے افراد ملے لیکن فوراً ہی اختلافات سامنے آنے لگے۔ مثلاً عیسائیت قبول کرنے سے متعلق ایک سوال یہ سامنے آیا کہ غیر یہودی افراد کا عیسائیت قبول کرنے سے قبل یہودی بننا (ختنہ کروانا) لازمی تھا۔ یروشلم کے عیسائیوں کا کہنا تھا کہ ان کے ختنے کروائے جائیں، سینٹ پال کے معتقدین کا کہنا تھا کہ ان درمیانی اقدام کی ضرورت نہ تھی۔اس بحث کی جھلک ہمیں سینٹ پال اور اس کے خط میں نظر آتی ہے جو اس نے گلاشیوں کے نام لکھا بالآخر اس کے گروہ کی جیت ہوئی جو ختنے نہ کروانے کے حق میں تھا۔اسی طرح کا ایک سوال یہودیوں کی کوشر غذاؤں سے متعلق تھا۔ کیا ایسی غیر یہودی افراد جنہوں نے وعیسائیت قبول کی تھی ان پر کوشر غذاؤں کے اصولوں کی پابندی لازم تھی کورنتھ جہاں

بازاروں پر تاجروں کے دیوتا/ یالو کا اثر نمایاں تھا، دکانیں اس کے لئے وقف تھیں اور بلاشبہ وہاں ملنے والی غذا کو شر نہ تھی۔ ایک بار پھر پال کو غیر یہودی وعیسائیوں کی آزادی قائم رکھنے پر مجبور ہونا پڑا یعنی ان پر یہودیوں کے غذائی اصولوں کو پورا کرنا ضروری نہ تھا"[10]

احمد عبداللہ لکھتے ہیں کہ:

حضرت عیسیٰ بنی اسرائیل میں پیدا ہوئے اور انہوں نے یہودیوں کو ان کے آبائی مذہب پر چلنے کی دعوت دی تھی لیکن کچھ عرصہ بعد حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کو یہودیت سے علیحدہ سمجھا جانے لگا اور عیسائیت کے بعض بنیادی عقائد یہودیت سے مختلف ہو گئے۔[11]

یہود کا حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا انکار

یہود حضرت موسیٰ شریعت کے پیروکار تھے اور اپنے لیے ایک مسیحا کے منتظر تھے جو کہ ان کے کھوئے ہوئے وقار کو بحال کرے۔ حضرت عیسیٰؑ حقیقتاً شریعت موسوی کے ہی علمبردار تھے لیکن بظاہر اس تحریف شدہ احکامات کے خلاف تھے جس پر وہ عمل پیرا تھے اس لیے وہ حضرت عیسیٰ کو مسیح ماننے سے انکار کرتے تھے اس بات کو **مولانا مودودی** نے اپنی کتاب میں بیان کیا:

''حضرت عیسیٰؑ کے ابتدائی پیرو آپ کو صرف نبی مانتے تھے، موسوی شریعت کا اتباع کرتے تھے، عقائد اور احکامات اور عبادات کے معاملہ میں اپنے آپ کو دوسرے بنی اسرائیل سے قطعاً الگ نہ سمجھتے تھے، اور یہودیوں سے ان کا اختلاف صرف اس امر میں تھا کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کو مسیح تسلیم کر کے ان پر ایمان لائے تھے اور وہ ان کو مسیح ماننے سے انکار کرتے تھے۔"[12]

ابن القیم اس سلسلے میں بیان کرتے ہیں: یہود نبی کریم ﷺ کی نبوت کو اپنی کتاب ماننے سے اسی طرح انکار کر رہے ہیں جیسے کہ حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا انہوں نے انکار کیا حالانکہ صراحتاً حضرت مسیح کا نام ان کی کتابوں میں مذکور تھا جیسا کہ تورات کی اس عبارت سے پتہ چلتا ہے۔

آل یہود سے بادشاہت زائل نہیں ہوگی اور حاکم انہی میں سے ہوگا یہاں تک کہ مسیح آجائیں۔ لیکن جب حجرت عیسیٰ کا ظہور ہوا تو انہوں نے اس کی تکذیب کی ان پر اور حضرت مریم بڑی بہتان طرازی کی جس کے نتیجے میں بادشاہت ان سے چھین لی گئی اور اللہ نے ان پر عذاب مسلط کر دیا[13]

یہود کا حضرت مریمؑ پر بہتان

قرآن حکیم میں ارشاد ہوا ہے۔

وبکفرھم وقولھم علی مریم بھتاناعظیما[14]

اور ان کے کفر کی وجہ سے اور حضرت مریم علیہا السلام پر ان کے بڑا بھاری بہتان دھرنے کی وجہ سے۔

تفسیر تفہیم القرآن میں اس آیت کی تفسیر یوں بیان ہوئی ہے۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی پیدائش کا معاملہ یہودی قوم میں فی الواقع ذرہ برابر بھی مشتبہ نہ تھا بلکہ جس روز وہ پیدا ہوئے تھے اسی روز اللہ تعالیٰ نے پوری قوم کو اس بات پر گواہ بنا دیا تھا کہ یہ ایک غیر معمولی شخصیت کا بچہ ہے جس کی ولادت معجزے کا نتیجہ ہے نہ کہ کسی اخلاقی جرم کا۔ جب بنی اسرائیل کے ایک شریف ترین اور مشہور و نامور مذہبی گھرانے کی بن بیاہی لڑکی گود میں بچہ لیے ہوئے آئی، اور قوم کے بڑے اور چھوٹے سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں اس کے گھر پر ہجوم کر کے آ گئے، تو اس لڑکی نے ان کے سوالات کا جواب دینے کے بجائے خاموشی کے ساتھ اس نوزائیدہ بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ تمہیں جواب دے گا۔ مجمع نے حیرت سے کہا کہ اس بچے سے ہم کیا پوچھیں جو گہوارے میں لیٹا ہوا ہے۔ مگر یکایک وہ بچہ گویا ہو گیا اور اس نے نہایت صاف اور فصیح زبان میں مجمع کو خطاب کر کے کہا کہ انی عبدالله قف اتنی الکتب وجعلنی نبیا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔" (سورہ مریم رکوع ۲)۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کی ہمیشہ کے لیے جڑ کاٹ دی تھی جو ولادت مسیح کے بارے میں پیدا ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کے سن شباب کو پہنچنے تک کسی نے نہ حضرت مریم علیہ السلام پر زنا کا الزام لگایا اور نہ حضرت عیسی کو ناجائز ولادت کا طعنہ دیا۔ لیکن جب تیس برس کی عمر کو پہنچ کر آپ نے نبوت کے کام کی ابتدا فرمائی، اور جب آپ نے یہودیوں کو ان کی بداعمالیوں پر ملامت کرنی شروع کی، ان کے علماء وفقہاء کو ان کی ریاکاریوں پر ٹوکا، ان کے عوام اور خواص سب کو اس اخلاقی زوال پر متنبہ کیا جس میں وہ مبتلا ہو گئے تھے، اور اس پر خطر راستے کی طرف اپنی قوم کو دعوت دی جس میں خدا کے دین کو تاعمر قائم کرنے کے لیے ہر قسم کی قربانیاں برداشت کرنی پڑتی تھیں اور ہر محاذ پر شیطانی قوتوں سے لڑائی کا سامنا تھا، تو یہ مجرم صداقت کی آواز کو دبانے کے لیے ہر ناپاک سے ناپاک ہتھیار استعمال کرنے پر اتر آئے۔ اس وقت انہوں نے وہ بات کہی جو تیس سال تک نہ کہی تھی کہ مریم علیہا السلام معاذ اللہ زانی ہیں اور عیسی ابن مریم والد الزنا۔ حالانکہ یہ جانتے تھے کہ یہ دونوں ماں بیٹے اس گندگی سے بالکل پاک ہیں۔ پس در حقیقت ان کا یہ بہتان کی حقیقی شبہ کا نتیجہ نہ تھا جو واقعی ان کے دلوں میں موجود ہوتا، بلکہ خالص بہتان تھا جو انہوں نے جان بوجھ کر محض حق کی مخالفت کے لیے گھڑا تھا اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسے ظلم اور جھوٹ کے بجائے کفر قرار دیا ہے کیونکہ اس الزام سے ان کا اصل مقصد خدا کے دین کا راستہ روکنا تھا نہ کہ ایک بے گناہ عورت پر الزام لگانا۔[15]

مولانا مودودی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

"اختلاف سے مراد یہ ہے کہ ایک گروہ نے ان کا انکار کیا تو مخالفت میں اس حد تک پہنچ گیا کہ ان پر ناجائز ولادت کی تہمت لگائی اور انکو اپنے نزدیک سولی پر چڑھوا کر چھوڑا۔"[16]

تبیان القرآن میں ہے:

انہوں نے حضرت مریم پر بہتان لگایا اور انہوں نے ایک پاک دامن عورت پر زنا کی تہمت لگائی، جب کہ ان کی پاک دامنی پر اللہ کے نبی حضرت عیسیٰؑ نے مہد (پالنے) میں کلام کر کے دلیل قائم کی۔ [17]

یہود کی حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے کی سازش

یہود کی حضرت عیسیٰؑ کو قتل کرنے کی سازش کے بارے میں قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔

وقولهم إنا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله [18]

"اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰؑ مریم کے بیٹے کو جو رسول علیہ السلام تھا اللہ"

تفسیر القرآن میں اس آیت کے ذمن میں لکھا ہے کہ:

"دوسرا جرم یہ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ ہم نے سیدنا عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھا کر مار ڈالا ہے۔ یعنی ان کی پیدائش اور وفات جو دونوں معجزانہ طور واقع ہوئی تھیں ان کا صرف انکار ہی نہیں بلکہ ماں بیٹا دونوں پر الزامات بھی لگاتے رہے" [19]

مولانا مفتی شفیع بیان کرتے ہیں:

سورہ آل عمران کی آیت یعیسی انی متوفیک و رافع إلی الآیہ(55:3) میں حق تعالی نے حضرت عیسی علیہ السلام کے دشمن یہود کے عزائم کو ناکام بنانے اور عیسی علیہ السلام کو ان کی دستبرد سے بچانے کے سلسلہ میں پانچ وعدے فرمائے تھے جن کی تفصیل اور مکمل تشریح و تفسیر سورہ آل عمران کی تقریر میں بیان ہو چکی ہے ان وعدوں میں ایک وعدہ یہ بھی تھا کہ یہود کو آپ کے قتل پر قدرت نہیں دی جائے گی، بلکہ آپ کو اللہ تعالی اپنی طرف اٹھالیں گے، اس آیت میں یہود کی شرارتوں اور جھوٹے دعوؤں کے بیان میں اس الہیہ کی تکمیل اور یہود کے مغالطہ کا مفصل بیان اور یہود کے اس قول کی مکمل تردید ہے کہ انہوں نے عیسی علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے۔ [20]

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

یعنی جرات مجرمانہ اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ رسول جانتے تھے اور پھر اس کے قتل کا اقدام کیا اور فخر یہ کہا کہ ہم نے اللہ کے رسول کو قتل کیا ہے۔ اور ہم نے جو اس کے واقعہ کا جو حوالہ دیا ہے اس پر غور کرنے سے یہ بات صاف ہو جاتی ہے۔ کہ یہودیوں کے لیے مسیح علیہ السلام کی میں شک کرنے کی کوئی گنجائش باقی نہ تھی۔ پھر جو روشن نشانیاں انہوں نے حضرت موصوف سے مشاہدہ کیں (جن کا ذکر سورہ آل عمران رکوع 5 میں گزر چکا ہے) ان کے بعد تو یہ معاملہ بالکل ہی غیر مشتبہ ہو چکا تھا کہ آنجناب اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اس لیے واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ آپ کے ساتھ کیا وہ کسی غلط فہمی کی بنا پر نہ تھا بلکہ وہ خوب جانتے تھے کہ ہم اس جرم کا ارتکاب اس شخص کے ساتھ کر رہے ہیں جو اللہ کی طرف سے پیغمبر بن کر آیا ہے۔

بظاہر یہ بات بڑی عجیب معلوم ہوتی ہے کہ کوئی قوم کسی شخص کو نبی جانتے اور مانتے ہوئے اسے قتل کر دے۔ مگر واقع یہ ہے کہ بگڑی ہوئی قوموں کے انداز واطوار ہوتے ہی کچھ عجیب ہیں۔ وہ اپنے درمیان کسی ایسے شخص کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتیں جو ان کی برائیوں پر انہیں ٹوکے اور ناجائز کاموں سے ان کو روکے۔ ایسے لوگ چاہے وہ نبی ہی کیوں نہ ہوں، ہمیشہ بدکردار قوموں میں قید اور قتل کی سزائیں پاتے ہی رہے ہیں۔ تلمود میں لکھا ہے کہ بخت نصر نے جب بیت المقدس فتح کیا تو وہ ہیکل سلیمانی میں داخل ہوا اور اس کی سیر کرنے لگا۔ عین قربان گاہ کے سامنے ایک جگہ دیوار پر اسے ایک تیر کا نشان نظر آیا۔ اس نے یہودیوں سے پوچھا یہ کیسا نشان ہے؟ انہوں نے جواب دیا یہاں زکریا نبی کو ہم نے قتل کیا تھا۔ وہ ہماری برائیوں پر ہمیں ملامت کرتا تھا۔ آخر جب ہم اس کی ملامتوں سے تنگ آ گئے تو ہم نے اسے مار ڈالا۔ بائبل میں یرمیاہ نبی سے متعلق لکھا ہے کہ جب بنی اسرائیل کی بداخلاقیاں حد سے گزر سکیں اور حضرت یرمیاہ نے ان کو متنبہ کیا کہ ان اعمال کی پاداش میں خدا تم کو دوسری قوموں سے پامال کرا دے گا تو ان پر الزام لگایا گیا کہ یہ شخص کسدیوں (کلدانیوں سے ملا ہوا ہے اور قوم کا غدار ہے۔ اس الزام میں ان کو جیل بھیج دیا گیا۔ خود حضرت مسیح علیہ السلام کے واقعہ صلیب سے دو ڈھائی سال پہلے ہی حضرت یحییٰ کا معاملہ پیش آ چکا تھا۔ یہودی بالعموم ان کوئی جانتے تھے اور کم از کم یہ مانتے ہی تھے کہ وہ ان کی قوم کے صالح ترین لوگوں میں سے ہیں۔ مگر جب انہوں نے ہیرودیس (والی ریاست یہودیہ) کے دربار کی برائیوں پر تنقید کی تو اسے برداشت نہ کیا گیا۔ پہلے جیل بھیجے گئے، اور پھر والی ریاست کی معشوقہ کے مطالبے پر ان کا سر قلم کر دیا گیا۔[21]

مولانا مودودی اپنی کتاب یہودیت قرآن کی روشنی میں لکھتے ہیں کہ:

"حضرت عیسیٰؑ پر بنی اسرائیل کے علماء اور سرداران قوم کا غصہ بھڑکا کیونکہ وہ انہیں ان کے گناہوں اور ان کی ریاکاریوں پر انہیں ٹوکتے تھے اور ایمان اور راستی کی تلقین کرتے تھے۔ اس قصور پر ان کے خلاف جھوٹا مقدمہ تیار کیا گیا، رومی عدالت سے ان کے قتل کا فیصلہ حاصل کیا گیا، اور جب رومی حاکم پیلاطس نے یہود سے کہا کہ عید کے روز میں تمہاری خاطر یسوع اور برابا ڈاکو دونوں میں سے کس کو رہا کروں؟ تو ان کے پورے مجمع نے بالاتفاق پکار کر کہا کر برابا کو چھوڑ دے اور یسوع کو پھانسی پر لٹکا۔"[22]

رفع مسیح کے بارے میں یہود و نصاریٰ کا اختلاف

قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم وان الذین اختلفوا فیہ لفی شك منہ ما لھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوہ یقین۔[23]

"اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا و ہی صورت بن گئی ان کے آگے جو لوگ مختلف باتیں کرتے ہیں اور جو لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کچھ نہیں ان کو اس کی خبر صرف اٹکل پر چل رہے ہیں اور اس کو قتل نہیں کیا بیشک"۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

ان آیات میں واضح کیا گیا کہ **وما قتلوه وما صلبوه** یعنی ان لوگوں نے حضرت عیسی ابن مریم کو نہ قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا بلکہ صورتحال یہ پیش آئی کہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا۔

یہود کو اشتباہ کس طرح پیش آیا۔ ولکن شبہ لھم کی تفسیر میں امام حضرت ضحاک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قصہ یوں پیش آیا کہ جب یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کیا تو آپ کے حواری ایک جگہ جمع ہو گئے، حضرت مسیح علیہ السلام بھی ان کے پاس تشریف لے آئے ابلیس نے یہود کے اس دستہ کو جو عیسی علیہ السلام کے قتل کے لئے تیار کھڑا تھا حضرت عیسی علیہ السلام کا پتہ دیا اور چار ہزار آدمیوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے حوارین سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس کے لئے آمادہ ہے کہ باہر نکلے اور اس کو قتل کر دیا جائے اور پھر جنت میں میرے ساتھ ہو، ان میں سے ایک آدمی نے اس غرض کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیا، آپ نے اس کو اپنا کرتا، عمامہ عطا کیا، پھر اس پر آپ کی مشابہت ڈال دی گئی اور جب وہ باہر نکل آیا تو یہود اسے پکڑ کر لے گئے اور سولی پر چڑھا دیا اور حضرت عیسی علیہ السلام کو اٹھا لیا گیا۔

بعض روایات میں ہے کہ یہودیوں نے ایک شخص طیطلانوس کو حضرت عیسی علیہ السلام کے قتل کے واسطے بھیجا تھا، حضرت عیسی تو مکان میں نہ ملے، اس لئے کہ ان کو اللہ تعالی نے اٹھا لیا تھا اور یہ شخص جب گھر سے نکلا تو حضرت عیسی علیہ السلام کا ہمشکل بنا دیا گیا تھا یہود یہ سمجھے کہ یہی عیسی ہے اور اسے اپنے ہی آدمی کو لیجا کر قتل کر دیا (مظہری)

ان میں سے جو بھی صورت حال پیش آئی ہو سب کی گنجائش ہے، قرآن کریم نے کسی خاص صورت کو متعین نہیں فرمایا اس لئے حقیقت حال کا صحیح علم تو اللہ ہی کو ہے، البتہ قرآن کریم نے اس جملے اور دوسری تفسیری روایات سے یہ قدر مشترک ضرور نکلتی ہے کہ یہود و نصاری کو زبروست مغالطہ ہو گیا تھا، حقیقی واقعہ ان سے پوشیدہ رہا اور اپنے اپنے گمان و قیاس کے مطابق انہوں نے طرح طرح کے دعوے کئے اور ان کے آپس ہی میں اختلافات پیدا ہو گئے، اسی حقیت کی طرف قرآن کریم کے ان الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے: وان الذین اختلفوا فیہ لفي شک منہمالھم بہ من علم الا اتباع الظن وما قتلوا یقینا کہ ان کے پاس صحیح علم کی بنیاد پر کوئی یقینی بات نہیں ہے جن جن لوگوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کر کے طرح طرح کے دعوے کئے ہیں یہ سب شک اور ٹکل کی باتیں

ہیں، صحیح صورت واقعہ ہے کہ انہوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کو یقیناً قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالی نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔[24]

مولانا مودودی اپنی تفسیر تفہیم القرآن میں لکھتے ہیں:

یہ آیت تصریح کرتی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے اٹھالئے گئے تھے اور یہ کہ مسیحیوں اور یہودیوں، دونوں کا خیال کہ مسیح نے صلیب پر جان دی، محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔ قرآن اور بائیبل کے بیانات کا متقابل مطالعہ کرنے سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ غالباً پیلاطس کی عدالت میں تو پیشی آپ ہی کی ہوئی تھی، مگر جب وہ سزائے موت کا فیصلہ سنا چکا، اور جب یہودیوں نے مسیح جیسے پاک نفس انسان کے مقابلہ میں ایک ڈاکو کو جان کو زیادہ قیمتی ٹھہرا کر اپنی حق دشمنی و باطل پسندی پر آخری مہر بھی لگادی، تب اللہ تعالی نے کسی وقت آنجناب کو اٹھالیا۔ بعد میں یہودیوں نے جس شخص کو صلب پر چڑھایا وہ آپ کی ذات مقدس نہ تھی بلکہ کوئی اور شخص تھا جس کو نہ معلوم کس وجہ سے ان لوگوں نے عیسیٰ ابن مریم سمجھ لیا۔ تاہم ان کو جرم اس سے کم نہیں ہوتا۔ کیونکہ جس کو انہوں نے کانٹوں کا تاج پہنایا، جس کے منہ پر تھوکا اور جسے ذلت کے ساتھ صلیب چڑھایا اس کو وہ عیسیٰ بن مریم ہی سمجھ رہے تھے اب یہ معلوم کرنے کا ہمارے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ معاملہ کس طرح ان کے لیے مشتبہ ہو گیا۔ چونکہ اس باب میں کوئی یقینی ذریعہ معلومات نہیں ہے اس لیے مجرد قیاس و گمان اور افواہوں کی بنیاد پر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس شبہ کو نوعیت کیا تھی جس کی بنا پر یہودی یہ سمجھے کہ انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کو صلیب دی ہے در آں حالے کہ عیسیٰ ابن مریم ان کے ہاتھ سے نکل چکے تھے۔

اختلاف کرنے والوں سے مراد عیسائی ہیں۔ ان میں مسیح علیہ السلام کے مصلوب ہونے پر کوئی ایک متفق علیہ قول نہیں ہے بلکہ بیسیوں اقوال ہیں جن کی کثرت خود اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اصل حقیقت ان کے لیے بھی مشتبہ ہے۔ ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر جو شخص چڑھایا گیا وہ میں نہ تھا بلکہ میت کی شکل میں کوئی اور تھا جسے یہودی اور رومی سپاہی ذلت کے ساتھ صلیب دے رہے تھے اور مسیح وہیں کسی جگہ کھڑا ان کی حماقت پر ہنس رہا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر چڑھایا تو ان ہی کو گیا تھا مگر ان کی وفات صلیب پر نہیں ہوئی بلکہ اتارے جانے کے بعد ان میں جان تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ انہوں نے صلیب پر وفات پائی اور پھر وہی اٹھے اور کم و بیش دس مرتبہ اپنے خلاف حواریوں سے ملے اور کوئی کہتا ہے کہ صلیب کی موت مسیح کے جسم انسانی پر واقع ہوئی اور وہ دفن ہوا مگر الوہیت روح کی جو اس میں تھی وہ اٹھالی گئی اور کوئی کہتا ہے کہ مرنے کے بعد مسیح علیہ السلام جسم سمیت زندہ ہوئے اور جسم سمیت اٹھائے گئے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان لوگوں کے پاس حقیقت کا علم ہوتا تو اتنی مختلف باتیں ان میں مشہور نہ ہوتیں"۔[25]

پروفیسر غلام رسول چیمہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ:

یہود مسیح کو صلیب پر لٹکائے جانے کے بارے میں یہود، عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان شدید اختلاف ہے۔ یہود کہتے ہیں کہ پیلاطس کے حکم کے تحت یسوع مسیح صلیب پر لٹکا دیئے گئے، موسوی شریعت کی رو سے وہ لعنتی ثابت ہوئے (نعوذ باللہ) کیونکہ موسوی شریعت میں لکھا ہے کہ جو صلیب پر چڑھایا جائے وہ لعنتی موت مرتا ہے۔ استثنا باب 21 آیت 23 میں لکھا ہے: جسے پھانسی ملتی ہے وہ خدا کی طرف سے ملعون ہے۔ عیسائی کہتے ہیں یسوع مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا اور صلیب پر ہی انہوں نے جان دی۔ دفن کے تیسرے دن زندہ ہوئے اور آسمان پر چڑھے، اور اب وہ اپنی باپ کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ [26]

یہود و نصاریٰ کا باھم دین سے انکار

وقالت الیھود لیست النصری علی شیئ وقالت النصری الضری لیست الیھود علی شی وھم یتلون الکتب [27]

یہودی کہتے ہیں: عیسائیوں کے پاس کچھ نہیں۔ عیسائی کہتے ہیں: یہودیوں کے پاس کچھ نہیں حالانکہ دونوں ہی کتاب پڑھتے ہیں۔ اور اسی قسم کے دعوے ان لوگوں کے بھی ہیں جن کے پاس کتاب کا علم نہیں ہے۔

تفسیر کنزالایمان میں اس آیت کی تفسیر بیان ہوئی ہے

شان نزول: نجران کے نصاری کا وفد سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو علمائے یہود آئے اور دونوں میں مناظرہ شروع ہو گیا آوازیں بلند ہوئیں، شور مچا، یہود نے کہا کہ انصاری کا دین کچھ نہیں اور حضرت عیسی علیہ السلام اور انجیل شریف کا انکار کیا اسی طرح انصاری نے یہود سے کہا کہ تمہارا دین کچھ نہیں اور توریت شریف حضرت موسی علیہ السلام کا انکار کیا اس باب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

یعنی باوجود علم کے انہوں نے ایسی جاہلانہ گفتگو کی حالانکہ انجیل شریف جس کو نصاری مانتے ہیں اس میں توریت اور حضرت موسی علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق ہے اسی طرح توریت جس کو یہودی مانتے ہیں اس میں حضرت عیسی علیہ السلام کی نبوت اور ان تمام احکام کی تصدیق ہے جو آپ کو اللہ تعالی کی طرف سے عطا ہوئے۔ [28]

تیسیر القرآن میں بیان ہوا ہے یہود تورات بھی پڑھتے ہیں اور انجیل بھی اسی طرح نصاریٰ بھی یہ دونوں کتابیں پڑھتے ہیں۔ تاہم یہودی عیسائیوں کو اس لیے کافر سمجھتے ہیں کہ انہوں نے ایک کے بجائے تین خدا بنا رکھے ہیں اور نصاریٰ یہود کو اس لیے کافر سمجھتے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے۔ حالانکہ تورات میں ان کی بشارت موجود ہے۔ [29]

تفسیر عثمانی میں لکھا ہے کہ:

ف ۲ یہودیوں نے تورات پڑھ کر سمجھ لیا کہ جب نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہا، تو بیشک وہ کافر ہو گئے اور نصرانیوں نے انجیل میں صاف دیکھ لیا یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کر کے کافر ہو گئے۔ [30]

یہود و نصاریٰ کا غرور

قرآن میں ہے کہ:

وقالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودا او نصریٰ [31]

یہ کہتے ہیں کہ جنت میں یہود و نصاریٰ کے سوا اور کوئی نہ جائے گا۔

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ف ۷ یعنی یہودی کہتے ہیں کہ بجز ہمارے کوئی جنت میں نہ جائے گا اور انصاریٰ کہتے تھے کہ بجز ہمارے کوئی بہشت میں نہ جائے گا۔ [32]

شیطان صفت مغرور یہودی: یہاں پر یہودیوں اور نصرانیوں کے غرور کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنے سوا کسی کو کچھ بھی نہیں سمجھتے اور صاف کہتے ہیں کہ ہمارے سوا کوئی جنت میں نہیں جائے گا سورۃ مائدہ میں ان کا ایک قول یہ بھی بیان ہوا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اولاد اور اس کے محبوب ہیں جس کے جواب میں قرآن نے کہا کہ پھر تم پر قیامت کے دن عذاب کیوں ہو گا؟ اسی طرح کے مفہوم کا بیان پہلے بھی گزرا ہے کہ ان کا دعویٰ یہ بھی تھا کہ ہم چند دن جہنم میں رہیں گے۔ [33]

عقیدہ توحید میں اختلاف

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وَقَالَتِ ٱلۡيَهُودُ عُزَيۡرٌ ٱبۡنُ ٱللَّهِ وَقَالَتِ ٱلنَّصَٰرَى ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ ٱللَّهِۖ ذَٰلِكَ قَوۡلُهُم بِأَفۡوَٰهِهِمۡۖ يُضَٰهِـُٔونَ قَوۡلَ ٱلَّذِينَ كَفَرُواْ مِن قَبۡلُۚ قَٰتَلَهُمُ ٱللَّهُۖ أَنَّىٰ يُؤۡفَكُونَ [34]

اور یہود نے کہا کہ عزیر علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے اور نصاری نے کہا کہ مسیح علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے ریس کرنے لگے اگلے کافروں کی بات کی، ہلاک کرے ان کو اللہ، کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔

مولانا مفتی محمد شفیع اس آیت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں:

یہود تو عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں اور نصاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، اس لئے ان کا دعویٰ توحید اور ایمان کا غلط ہوا۔ پھر فرمایا (آیت) ذلك قوله بأفواههم، یعنی یہ ان کا قول ہے ان کے منہ سے، اس کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ لوگ صاف طور پر اپنی زبانوں سے اس کا اقرار کرتے ہیں کوئی مخفی چیز نہیں، اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ کلمہ کفر صرف ان کی زبانوں پر ہے نہ اس کی کوئی وجہ بتا سکتے ہیں نہ دلیل۔ پھر ارشاد فرما (آیت) تضاهؤن قول الذین کفرؤا من قبل قتلهم الله انى يوفكون یعنی یہ ان لوگوں کی سی باتیں کرنے لگے جو ان سے پہلے کافر

ہو چکے ہیں، خدا ان کو غارت کرے یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔ انبیاء کو خدا کا بیٹا کہنے میں ایسے ہی وگئے جیسے پچھلے کفار و مشرکین تھے کہ فرشتوں کو اور لات و منات کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔[35]

تفہیم القرآن میں ہے

۲۹ عزیر سے مراد عزرا (Ezra) ہیں جن کو یہودی اپنے دین کا مجدد مانتے ہیں۔ ان کا زمانہ سن ۴۵۰ قبل مسیح کے لگ بھگ بتایا جاتا ہے۔ اسرائیلی روایات کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد جو دور ابتلاء بنی اسرائیل پر آیا اس میں نہ صرف یہ کہ توراۃ دنیا سے گم ہو گئی تھی بلکہ بائبل کی اسیری نے اسرائیلی نسلوں کو اپنی شریعت کی تجدید کی۔ اسی وجہ سے بنی اسرائیل ان کی بہت تعظیم کرتے ہیں اور یہ تعظیم اس حد تک بڑھ گئی کہ بعض یہودی گروہوں نے ان کو ابن اللہ تک بنا دیا۔ یہاں قرآن مجید کے ارشاد کا مقصود یہ نہیں ہے کہ تمام یہودیوں نے بالاتفاق عزرا کاہن کو خدا کا بیٹا بنایا ہے بلکہ مقصود یہ بتانا ہے کہ خدا کے متعلق یہودیوں کے اعتقادات میں جو خرابی رونما ہوئی وہ اس حد تک ترقی کر گئی کہ عزرا کو خدا کا بیٹا قرار دینے والے بھی ان میں پیدا ہوئے۔[36]

اللہ کی اولاد قرار دینے والے فرقے۔ اور نصاریٰ نے مسیح کو اللہ کا بیٹا قرار دے دیا تھا جس کی وجہ ان کی معجزانہ پیدائش، آپ کو اللہ کے عطا کردہ معجزات اور آپ کا آسمان پر اٹھایا جانا تھے۔ جس کا ذکر قرآن میں جابجا مذکور ہے۔ ان اہل کتاب نے دراصل سابقہ اقوام کے فلسفہ واوہام سے متاثر ہو کر ایسے گمراہ کن عقائد اختیار کر لیے تھے۔ بعض نصاریٰ ایسے بھی تھے جو سیدنا عیسیٰ کو خدا تین خداؤں میں سے ایک خدا ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے اور پھر انہیں خدا کا بیٹا قرار دیتے تھے اور اس آیت میں سابقہ اقوام سے مراد یونانی، ہندی اور مصری تہذیبیں ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی بیوی، بیٹے بیٹیاں پھر اس سے آگے اس کی اولاد کی نسل چلا کر ایسے دیوی دیوتاؤں کی ایک پوری دیومالا تیار کر دی تھی اور اس کے اثرات ملک عرب میں بھی پائے جاتے تھے[37]

اللہ تعالیٰ قرآن میں مزید بیان کرتے ہیں:

ٱتَّخَذُوٓاْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ ٱللَّهِ وَٱلْمَسِيحَ ٱبْنَ مَرْيَمَ وَمَآ أُمِرُوٓاْ إِلاَّ لِيَعْبُدُوٓاْ إِلَـٰهاً وَاحِداً لاَّ إِلَـٰهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ[38]

انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے اور اسی طرح مسیح ابن مریم کو بھی، حالانکہ ان کو ایک معبود کے سوا کسی کی بندگی کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، وہ جس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں، پاک ہے وہ ان مشرکانہ باتوں سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

تفہیم القرآن میں اس آیت کی تفسیر یوں ہوتی ہے؟

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عدی بن حاتم، جو پہلے عیسائی تھے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر مشرف بااسلام ہوئے تو انہوں نے منجملہ اور سوالات کے ایک یہ سوال بھی کیا تھا کہ اس آیت میں ہم پر اپنے علماء اور درویشوں کو خدا بنا لینے کا جو الزام عائد کیا گیا ہے اس کی اصلیت کیا ہے۔ جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ واقعہ نہیں ہے کہ جو کچھ یہ لوگ حرام قرار دیتے ہیں اسے تم حرام مان لیتے ہو اور جو کچھ یہ حلال قرار دیتے ہیں اسے حلال مان لیتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ یہ تو ضرور ہم کرتے رہے ہیں۔ فرمایا بس یہی ان کو خدا بنا لینا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب اللہ کی سند کے بغیر جو لوگ انسانی زندگی کے لیے جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرتے ہیں وہ دراصل خدائی کے مقام پر بزعم خود متمکن ہوتے ہیں اور جو ان کے اس حق شریعت سازی کو تسلیم کرتے ہیں وہ انہیں خدا بناتے ہیں۔

وہ دونوں الزام، یعنی کسی کو خدا کا بیٹا قرار دینا اور کسی کو شریعت سازی کا حق دے دینا اس بات کے ثبوت میں پیش کیے گئے ہیں۔ کہ یہ لوگ ایمان باللہ کے دعوے میں جھوٹے ہیں۔ خدا کی ہستی کو چاہے یہ مانتے ہوں مگر ان کا تصور خدائی اس قدر غلط ہے کہ اس کی وجہ سے ان کا خدا کو ماننا نہ ماننے کے برابر ہو گیا۔ [39]

تفسیر کنزالایمان میں ہے:

حکم الٰہی کو چھوڑ کر ان کے حکم کے پابند ہوئے۔

کہ انہیں بھی خدا بنایا اور ان کے نسبت یہ اعتقاد باطل کیا وہ خدا یا خدا کے بیٹے ہیں یا خدا نے ان میں حلول کیا ہے۔

ان کی کتابوں میں نہ ان کے انبیاء کی طرف سے۔ [40]

تفسیر معارف القرآن میں ہے کہ:

"ان چاروں آیتوں میں یہود و نصاریٰ کے علماء اور عباد وزہاد کی گمراہی اور ان کے کفریات قولی و عملی کا ذکر ہے احبار خبر کی جمع اور رہبان راہب کی جمع ہے، حبر یہود و نصاری کے عام کو اور راہب عابد و زاہد کو کہا جاتا ہے"۔

پہلی آیت میں فرمایا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے علماء اور عبادت گذاروں کو اللہ کے سوا اپنا رب اور معبود بنا رکھا ہے، اسی طرح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اپنا رب بنا لیا، ہے حضرت عیسیٰ السلام کو رب و معبود بنانا تو اس لئے ظاہر ہے کہ وہ ان کو خدا تعالیٰ کا بیٹا مانتے ہیں اور کہتے تھے اور علماء و عباد کو معبود بنانے کا جو الزام ان پر عائد کیا گیا ہے اگرچہ وہ صراحتہ ان کو اپنا رب نہ کہتے تھے اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اطاعت مطلقہ جو خالص اللہ جل شانہ کا حق ہے اس حق کو ان کے حوالے کر دیا تھا، کہ ھال میں ان کے کہنے کی پیروی کرتے تھے، اگرچہ انکا قول اللہ اور رسول کے خلاف ہی کیون نہ ہو تو یہ ظاہر ہے کہ کسی کی ایسی اطاعت کرنا کہ اللہ ورسول کے فرمان کے خلاف بھی کہے تو اس کی اطاعت نہ چھوڑے یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کو اپنا رب اور معبود کہے، جو کھلا ہوا کفر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسائل دین سے ناواقف عوام کے لئے علماء کے فتوی کا اتباع در حقیقت خدا اور رسول ہی کے احکام کا اتباع ہوتا ہے اہل علم و نظر براہ راست اللہ ور سول کے کلام کو دیکھ کر اس پر عمل کرتے ہیں، اور ناواقف عوام اہل علم سے پوچھ کر انہی احکام پر عمل کرتے ہیں اور اہل علم جو درجہ اجتہاد کا نہیں رکھتے وہ بھی اجتہادی مسائل میں ائمہ مجتمدین کا اتباع کرتے ہیں، یہ اتباع خود قرآن کریم کے حکم کے مطابق ہے اور حق تعالیٰ ہی کی اطاعت ہے جیسا کہ ارشاد ہے (آیت) فس لو اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون، یعنی اگر تم خود احکام خدا اور سول سے واقف نہیں تو اہل علم سے پوچھ کر عمل کیا کرو۔

یہود و نصاریٰ کے عوام نے کتاب اللہ اور احکام خدا اور سول کو بالکل نظر انداز کر کے خود غرض پیشہ ور علماء جاہل عبادت گذاوں کے قول و عمل ہی کو اپنا دین بنالیا تھا، اس کی مذمت اس آیت میں فرمائی گئی ہے۔ [41]

یوم السبت میں اختلاف

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کے اس اختلاف کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

إِنَّمَا جُعِلَ ٱلسَّبۡتُ عَلَى ٱلَّذِينَ ٱخۡتَلَفُواْ فِيهِۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَحۡكُمُ بَيۡنَهُمۡ يَوۡمَ ٱلۡقِيَٰمَةِ فِيمَا كَانُواْ فِيهِ يَخۡتَلِفُونَ [42]

اور رہا سبت (ہفتہ) کا قصہ تو وہ صرف ان لوگوں پر مسلط کیا گیا جنہوں نے اس بارے میں اختلاف کیا تھا۔ آپ کا پروردگار قیامت کے دن یقیناً ان باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں یہ اختلاف کیا کرتے تھے

مولانا مودودی اپنی کتاب یہودیت قرآن کی روشنی میں میں لکھتے ہیں:

سبت ہفتہ کے دن کو کہتے ہیں۔ یہ دن بنی اسرائیل کے لیے مقدس قرار دیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے اور اولاد اسرائیل کے درمیان پشت در پشت تک دائمی عہد کا نشان قرار دیتے ہوئے تاکید کی تھی۔ کہ اس روز کوئی دنیوی کام نہ کیا جائے، گھروں میں آگ تک نہ جلائی جائے، جانوروں اور لونڈی غلاموں تک سے کوئی خدمت نہ لی جائے، اور یہ کہ جو شخص اس ضابطہ کی خلاف ورزی کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ [43]

تفسیر تیسیر القرآن میں اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں ہوئی ہے:

سبت کے بارے یہود نے پہلا اختلاف تو یہ کیا کہ جمعہ کے دن کے بجائے ہفتہ کے دن پر اصرار کیا۔ پھر یہود کا ایک قبیلہ جو بستی ایلہ میں مقیم تھا۔ سبت کی تعظیم پر قائم نہ رہا اور حیلوں بہانوں سے اس دن مچھلیوں کے شکار کی راہ ہموار کر لی۔ اور جب انھیں دوسرا فریق منع کرتا تو زبانی وہ یہی کہتے تھے کہ ہم نے کب سبت کی حرمت کو توڑا ہے۔ ہم سبت کے دن کب شکار کرتے ہیں۔ شکار تو ہم اتوار کو کرتے ہیں پھر عیسیٰ آئے تو وہ بھی موسوی شریعت کی پیروی کی تعلیم دیتے رہے۔ اور ہفتہ کے دن کی تعظیم کی تاکید کرتے رہے مگر بعد میں انصاری نے اختلاف کیا اور ہفتہ کی بجائے اتوار کا دن چھٹی

کا دن قرار دے دیا۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ "ہم پیچھے آئے ہیں مگر قیامت کے دن پہلے ہوں گے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اہل کتاب کو کتاب پہلے ملی اور ہمیں بعد میں ملی۔ پس وہ دن جو اللہ نے ان پر فرض کیا تھا اس میں انہوں نے اختلاف کیا۔ پھر اللہ تعالی نے ہمیں بتادیا کہ وہ ہمارے پیچھے رہ گئے ہو تو ایک دن پیچھے رہے اور انصاری اس کے بعد مزید ایک دن۔ [44]

یہود و نصاری کے اسی اختلاف کو ابن القیم اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں:

یہود سبت کی تعظیم کرتے ہیں اور اس میں دنیاوی کام کاج حرام کر لیتے ہیں تو انھوں نے اتوار کے دن کی تعظیم کرنی شروع کر دی اور سنیچر کو اپنے لئے حلال کر لیا، باوجود کہ وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ حضرت مسیح خو و سبت کی تعظیم اور اس کی حفاظت کرتے تھے"۔ [45]

تفسیر ابن کثیر میں ان کے اسی اختلاف کو بیان کیا گیا ہے:

ہر امت کے لئے ہفتے مین ایک دن اللہ تعالیٰ نے ایسا مقرر کیا ہے جس میں وہ جمع ہو کر اللہ کی عبادت کی خوشی منائیں۔ اس امت کے لئے وہ دن جمع کا دن ہے، اس لئے کہ وہ چھٹا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو کامل کیا۔ وہ ساری مخلوق پیدا ہو چکی اور اپنے بندوں کو ان کی ضرورت کی اپنی پوری نعمت عطا فرمادی۔ مروی ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی زبانی یہی دن بنی اسرائیل کے لئے مقرر فرمایا گیا تھا لیکن وہ اس سے ہٹ کر ہفتے کے دن کو لے بیٹھے، یہ سمجھے کہ جمعہ کو مخلوق پوری ہو گئی، ہفتہ کے دن اللہ نے کوئی چیز پیدا نہیں کی۔ پس تورات جب اتری ان پر وہی ہفتے کا دن مقرر ہو ا اور انہیں حکم ملا کہ اسے مضبوطی سے تھامے رہیں، ہاں یہ ضرور فرمادیا گیا تھا۔ کہ آنحضرت محمد ﷺ جب بھی آئیں تو وہ سب کے سب کو چھوڑ کر صرف آپ ہی کی اتباع کریں۔ اس بات پر ان سے وعدہ بھی لے لیا تھا پس ہفتے کا دن انہوں نے خود ہی اپنے لئے چھانٹا تھا۔ اور آپ ہی جمعہ کو چھوڑا تھا۔ حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام کے زمانہ تک یہ اسی پر رہے۔ کہا جاتا ہے کہ پھر آپ نے انہیں اتوار کے دن کی طرف دعوت دی۔ ایک قول ہے کہ آپ نے توراۃ کی شریعت چھوڑی نہ تھی سوائے اس منسوخ احکام کے اور ہفتے کے دن کی محافظت آپ نے بھی برابر رکھی۔ جب آپ آسمان پر چڑھا لئے گئے تو آپ کے بعد قسطنطین بادشاہ کے زمانے میں صرف یہودیوں کی ضد میں آکر صخرہ سے مشرق جانب کو اپنا قبلہ انہوں نے مقرر کر لیا اور ہفتے کی بجائے اتوار کا دن مقرر کر لیا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے رسول وسلم فرماتے ہیں ہم سب سے آخر والے ہیں اور قیامت کے دن سب سے آگے والے ہیں۔ ہاں انہیں کتاب اللہ ہم سے پہلے دی گئی۔ یہ دن بھی اللہ نے ان پر فرض کیا لیکن ان کے اختلاف نے انہیں کھو دیا اور اللہ رب العزت نے ہمیں اس کی ہدایت دی پس یہ سب لوگ ہمارے پیچھے پیچھے ہیں۔ یہودی ایک دن پیچھے نصارنی دو دن۔ آپ فرماتے ہیں ہم سے پہلے کی امتوں کو اللہ نے اس دن سے محروم کر دیا یہود نے ہفتے کا دن رکھا نصاری نے اتوار کا اور جمعہ ہمارا ہوا۔ پس جس طرح دنوں کے اس اعتبار سے وہ

ہمارے پیچھے ہیں۔اسی طرح قیامت کے دن بھی ہمارے پیچھے ہی رہیں گے۔ہم دنیا کے اعتبار سے پہلے ہیں اور قیامت کے اعتبار سے پہلے ہیں ان تمام مخلوق میں سب سے پہلے فیصلے ہمارے ہوں گے۔[46]

حرف آخر

یہود و نصاریٰ کو قرآن پاک نے اہل کتاب کے نام سے مخاطب کیا ہے۔یہ دونوں بظاہر اسلام دشمن دوست نظر آتے ہیں لیکن حقیقت اس سے پرے ہے۔یہ دو کنارے ہیں جو کبھی مل نہیں سکتے۔اس بات کا اندازہ ان کے باہمی اختلافات سے لگایا جا سکتا ہے۔یہود حضرت موسیٰؑ کی پیروی کرتے ہیں اور نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کی اور دونوں ہی اپنی نسبت حضرت ابراہیمؑ سے جوڑتے ہیں۔یہود و نصاریٰ آپس میں بہت سے معاملات میں اختلافات کرتے ہیں چاہیے وہ احکام شرعیہ ہوں یا کوئی اور معاملہ۔زیر نظر تحقیق اس بات کو واضح کرتی کرتی ہے کہ اہل کتاب جن بھی معاملات میں اختلاف کرتے ہیں اسکی حقیقت بس اتنی ہی ہے کہ انکا صحیح اور کامل علم خود انکو بھی نہیں اس لیے ان میں مختلف عقائد رائج ہیں اور اسی راسخ العقید گی کی بناپر انکو دشمن اسلام گردانا جاتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] تفسیر ابن کثیر 141/1
[2] اردو دائرہ معارف اسلامیہ، 355/23
[3] یہودیت عیسائیت اور اسلام، ص45
[4] یہودیت، تاریخ عقائد، فلسفہ، ص11
[5] یہودیت عیسائیت اور اسلام، ص47
[6] احکام القرآن، 36/3
[7] ایضاً، 276/1
[8] یہود و نصاریٰ حقیقت کے آئینے میں، ص310
[9] یہود و نصاریٰ تاریخ کے آئینے میں، ص311
[10] آزاد خیالی کی عالمی روایت، ص، 200
[11] مذاہب عالم ص، 286
[12] نصرانیت قرآن کی روشنی میں، ص، 69
[13] یہود و نصاریٰ تاریخ کے آئینے میں، ص238
[14] سورۃ النساء، 156:4
[15] تفہیم القرآن، 417-418/1
[16] یہودیت قرآن کی روشنی میں، ص171

[17] تبیان القرآن، 852/2

[18] سورۃ النساء، 4:157

[19] تیسیر القرآن 483/1

[20] معارف القرآن، 601/2

[21] تفہیم القرآن، 418-419/1

[22] یہودیت قرآن کی روشنی میں، ص 105

[23] سورۃ النساء، 4:157

[24] معارف القرآن، 601-602/2

[25] فہیم القرآن، 420-419/1

[26] مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص 442-441

[27] البقرہ 2:113

[28] تفسیر کنز الایمان، 38

[29] تیسیر القرآن، 100/1

[30] تفسیر عثمانی، ص 22

[31] البقرہ، 2:111

[32] تفسیر عثمانی، ص 21

[33] تفسیر کنز لایمان، ص، 38

[34] سورۃ التوبہ، 30:9

[35] معارف القرآن، 362/1

[36] تفہیم القرآن، 189/2

[37] تیسیر القرآن، 200-201/2

[38] سورۃ التوبہ، 9:31

[39] تفہیم القرآان، ۸۹-۹۰

[40] تفسیر کنز الایمان، ص ۳۶۱

[41] معارف القرآن، ۳۶۵

[42] سورۃ النحل، 16:124

[43] یہودیت قرآن کی روشنی میں، ص 101

[44] تیسیر القرآن، 558-559/2

[45] یہود و نصاریٰ تاریخ کے آئینے میں، ص 311

[46] تفسیر ابن کثیر، 142/3